بلا تبصرہ

زیرِ نظر تحریر کانپور (انڈیا) سے شائع کیے جانے والے ایک رسالہ کی من وعن نقل ہے، جو ہدیۂ قارئین ہے ـــــ ہم اس پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کریں گے تو مذکورہ عنوان کے کوئی معنے باقی نہیں رہیں گے۔ اس رسالہ کی اصل کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے۔ (ادارہ)

ٹائیٹل "علمائے اہلِ سنت سے روحِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی فریاد

● ـــــ نتیجۂ فکر ـــــ

سیّد ظہیر الدین خان قادری برکاتی نوری رضوی

محلہ پُردہ، ہیرامن، متصل نئی سڑک، کانپور

● کم از کم سو بار بارگاہِ رسالت میں درود شریف

● اس کتاب کا ایک ایک لفظ غور طلب ہے!"

متن رب تبارک و تعالیٰ نے سرزمینِ ہند کو ایک انتہائی جلیل القدر آفتابِ شریعت و ماہتابِ طریقت عطا فرمایا جن کا نام نامی اسمِ گرامی حضور پُرنور اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین و ملت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ ہے۔ اس عطائے مولا پر ہم جس قدر شکرِ الٰہی بجالائیں کم ہے، لیکن "مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہ"۔ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ بارگاہِ الٰہی میں بھی ناشکرا ٹھہرتا ہے" اس لیے ہماری یہ ذمّے داری ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت، رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ اور کمالاتِ علیہ کا بھرپور تعارف نئی نسل میں کرائیں۔ کسی حد تک کوشش ضرور کی گئی ہے، لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا اکثر شیدایانِ دقدایانِ مسلک احمد رضا خود ان کی پاکیزہ زندگی سے کماحقہٗ واقف نہیں ہیں، ان کی حیاتِ طیبہ کو جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ذہن و فکر کو مدِ نظر رکھ کر مرتب نہیں کیا جا سکا ہے۔ اس رسالے کا مقصد اس خلا کو پُر کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

ہمارے اس محسنِ عظیم کی خدماتِ جمیلہ اور بے مثال علمی کمالات کا اعتراف اور ان کی پاکیزہ زندگی کے حالات اس طرح مرتب کرنا ضروری ہیں کہ مخالفین کو کسی پہلو سے اعتراض کا موقع نہ مل سکے۔

جدید تعلیم یافتہ نوجوان منطقی ذہن رکھتے ہیں وہ ہر امر کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ عقل سے بالاتر بات انھیں متاثر نہیں کرتی بلکہ الٹے متنفر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا تعارف اس زاویئے کو پیشِ نظر رکھ کر ہو۔ اعلیٰ حضرت کے تقریباً تمام سوانح نگاروں نے اس کا لحاظ نہیں کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر جدید تعلیم یافتہ حضرات مسلکِ اعلیٰ حضرت کی پیروی سے محروم ہیں۔ لیکن ہمارا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اُن کی ذہنیت اور ان کے رجحان کو خصوصاً مدِّنظر رکھیں تاکہ ہماری نئی نسل مسلکِ اعلیٰ حضرت سے قریب ہو۔

ممکن ہے آپ میری اس مبہم گذارش کی تفصیل جاننا چاہتے ہوں تو میں اپنی بات کی توضیح کے لیے چند مثالیں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اکثر سوانح نگاروں نے ایک قصّہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بچپن کا نقل کیا ہے، ساڑھے تین سال کی عمر میں حضرت اپنے گھر کے چبوترے پر کھڑے ہوئے تھے، انھوں نے صرف ایک بڑا سا کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا، سامنے سے طوائفیں آرہی تھیں تو انھوں نے اپنا کرتہ اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالیں، طوائفوں نے کہا "واہ مُنّے میاں آنکھیں چھپالیں مگر ستر ننگا کر دیا۔

اعلیٰ حضرت نے ساڑھے تین سال کی عمر میں جواب دیا:

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔"

یہ قصّہ کسی باشعور قاری کو ہرگز متاثر نہیں کر سکتا، پڑھا لکھا آدمی کیسے یقین کرے گا کہ ساڑھے تین سال کا بچہ طوائفوں کی زندگی کے بارے میں اتنی گہری واقفیت رکھتا ہوگا کہ نظر کے بہکنے اور ستر بہکنے جیسے الفاظ زبان سے نکالے۔ سوانح نگار حضرات یہ کیوں بھول گئے کہ انھیں کسی ماہرِ جنسیات کی زندگی کا تعارف نہیں کرانا ہے بلکہ ایک امامِ وقت بلکہ ایک مجدّدِ دین کی زندگی عوام کے سامنے رکھنی ہے، پھر کس قدر غلط ہے یہ اندازہ "صرف ایک بڑا سا کُرتا زیب تن کیے ہوا تھا" لکھ کر یہ تاثر دینا کہ اعلیٰ حضرت بچپن میں ستر چھپانے

کے معاملے میں عام بچوں کے مقابلے میں کوئی امتیازی خصوصیت نہیں رکھتے تھے اسی لمحے اُن کی زبان سے ایسی بات کہلوانا جو امام احمد رضا کو ماہرِ دینیات کے بجائے ماہرِ جنسیات (نعوذ باللہ) ظاہر کرے، کیا اعلیٰ حضرت کی شانِ اقدس میں معصومانہ گستاخی نہیں ہے؟ "انوارِ رضا" کے مصنف اور "سوانح اعلیٰ حضرت" کے مصنف اور دوسرے کئی گرامی قدر حضرات اس جرم کے مرتکب ہیں۔

ہماری عاجزانہ التماس ہے کہ خدارا اس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز شائع نہ کیے جائیں تاکہ پڑھا لکھا طبقہ ہم سے مانوس ہو سکے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خاندان شریف کا ذکر قلم بند کرتے ہوئے حیاتِ اعلیٰ حضرت کے مصنف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے، انھوں نے شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:

"احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی" (حیات اعلیٰ حضرت ص۲)

چوں کہ حُسنِ اتفاق یا سوئے اتفاق سے نقی علی، رضا علی اور کاظم علی جیسے نام سنیوں میں رائج نہیں ہیں بلکہ عموماً شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں، کوئی بھی شخص شک میں پڑ سکتا ہے کہ کیا معاذ اللہ، اعلیٰ حضرت شیعہ خان کے پروردہ تھے؟ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ شجرۂ نسب نہ دیا جاتا، آئندہ ہر سوانح نگار اس امر کو ذہن میں رکھے اور والد، دادا اور پردادا کے نام پیش ہی نہ کرے، یا پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم یا اولیائے کرام رحمہم اللہ میں سے چند حضرات کے ایسے ناموں کی نشان دہی کی جائے تاکہ شیعیت کا الزام نہ ڈالا جا سکے۔

سوانح نگاروں کا فرض ہے کہ وہ عوام کے ذوق اور رجحان کا خیال رکھتے ہوئے حالاتِ زندگی مرتب کریں، مثلاً عموماً عوام یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے امام کا چہرہ نورانی ہو، ان کے بشرے سے تقدس اور انوار ابل رہے ہوں۔ ہمارے سوانح نگاروں نے اس کے بالکل برخلاف لکھ دیا ہے اور کسی پرائے نے نہیں، خود اعلیٰ حضرت کے بھتیجے لکھتے ہیں:

"ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ گہرا گندمی تھا لیکن مسلسل محنت ہائے شاقہ نے آپ کی رنگت کی آب وتاب ختم کر دی تھی۔"

(اعلیٰ حضرت از نسیم بستوی ص۳۰)

ہر شخص جانتا ہے کہ سانولے رنگ کو گندمی رنگ کہتے ہیں۔ پھر یہ لکھنا کہ گہرا گندمی

رنگ تھا۔ اعلیٰ حضرت پر ایک قسم کا ظلم ہے، کیوں کہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف اعلیٰ حضرت کو کالے رنگ کا تسلیم کرتا ہے پھر ظلمِ عظیم یہ کیا گیا کہ "آپ کی رنگت کی آب وتاب ختم ہونے" کا اعلان کردیا۔

کاش! کہ یہ الفاظ لکھے ہی نہ جاتے۔ کیا ضرورت تھی کہ آپ کے چہرۂ اقدس کے رنگ کا ذکر کرکے یہ تاثر دیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کا بشرہ روحانی کشش سے محروم تھا؟ چہرے کے رنگ اور آب وتاب کے ذکر کے بغیر بھی حیاتِ اعلیٰ حضرت مرتب کی جاسکتی ہے۔ آئندہ تمام سوانح نگار اس امر کا خاص خیال رکھیں۔

معاملہ صرف چہرے اور رنگ تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ مزید ظلم کیا گیا ہے، الملفوظ ہی میں ذکر آگیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی دائیں آنکھ میں نقص تھا۔ اس میں تکلیف رہتی تھی اور پانی اترنے سے بے نور ہوگئی تھی، طویل مدت تک اس کا علاج کراتے رہے مگر وہ ٹھیک نہ ہوسکی۔ (الملفوظ ص ۱۶ تا ۱۷)

یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس کی تعریف ہے یا تنقیص؟ منقبت ہے یا توہین؟ ایک آنکھ کی بے نوری کا ذکر کرنا کیا ضروری تھا؟ اگر خدانخواستہ ایسی عبارتیں دیوبندی معترضین کے ہاتھ لگ جائیں تو معاذ اللہ پتہ نہیں وہ اس عیب کے تانے بانے کہاں سے کہاں ملادیں؟ (العیاذ باللہ) معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا!

اعلیٰ حضرت کے ایک معتقد نے انوارِ رضا میں ایک ظلم اور کیا ہے، ایک گھریلو واقعہ نقل کرکے آپ کی آنکھ کے اس نقص کا اعتراف کرلیا ہے، بلکہ خانگی شہادت مہیا کردی ہے:

> "ایک مرتبہ ان کے سامنے کھانا رکھا گیا، انھوں نے سالن کھالیا مگر چپاتیوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا، اُن کی بیوی نے کہا کیا بات ہے؟ خالی سالن کے شوربے پر کیوں اکتفا کیا، چپاتیاں کیوں نہیں نوش کیں؟ انھوں نے جواب دیا "مجھے نظر نہیں آئیں، حالاں کہ وہ سالن کے ساتھ ہی رکھی ہوئی تھیں۔"
>
> (انوارِ رضا ۳۶۰)

یہ واقعہ نقل نہ کیا جاتا تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی؟ آپ رضی اللہ عنہ کا کون سا فضل وکمال اس سے ظاہر ہوا؟ بلکہ الٹے آپ کی ولایت اور کرامت کا صاف انکار

محسوس ہوتا ہے کیوں کہ ولی کا معیار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ :

"مردوہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطے میں ہے، آسمان وجنت ونار، یہ چیزیں محدود ومقید کرلیں، مردوہ ہے جس کی نگاہ تمام عالم کے پار گزر جائے۔ یعنی مکمل غیب کے حصول کے بغیر کوئی شخص ولی نہیں ہوسکتا"

(خالص الاعتقاد ۵۱)

اب جو شخص یہ پڑھے گا کہ اعلیٰ حضرت کو سامنے کی چپاتیاں نظر نہیں آئیں، وہ کیسے آپ کی ولایت کا قائل ہوگا؟ اس واقعے کے نقل کردینے سے آپ کی بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی مجروح ہو جاتی ہے، لہٰذا آئندہ سوانح نگار حضرات عقیدت کے جوش میں اس طرح کی حماقتیں نہ کریں۔

حیاتِ اعلیٰ حضرت کے مصنف مولانا ظفر الدین صاحب نے جہاں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے عقیدت ومحبت کا والہانہ اظہار فرمایا ہے، وہیں وہ تعریف کے پہلو بہ پہلو ایک عیب کا بھی ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی کیسا عیب؟ جو صادق القول شخص کو بھی غیر معتبر قرار دے دے، میری مراد اس سے "حافظے کی کوتاہی" کی طرف اشارہ ہے، شہادت ملاحظہ فرمائیے :

"ایک دفعہ (اعلیٰ حضرت نے) عینک اونچی کرکے ماتھے پر رکھ لی۔ گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے۔ عینک نہ ملی اور بھول گئے کہ عینک ماتھے پر ہے کافی پریشان رہے، اچانک ان کا ہاتھ ماتھے پر لگا تو عینک ناک پر آکر رک گئی، تب پتہ چلا کہ عینک ماتھے پر تھی۔" (حیاتِ اعلیٰ حضرت ۶۴)

اس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز نقل نہ کیے جائیں، ممکن ہے اعلیٰ حضرت کی یادداشت واقعی کمزور ہو، لیکن ایسا برملا اعتراف ان کی شخصیت کو مجروح کردیتا ہے، ہاں، البتہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ اس فطری کمزوری کی وجہ سے اگر کوئی علمی کمزوری ظاہر ہوتی ہو تو اس کا تدارک! مثلاً الملفوظ صفحہ ۳۲۳ حصہ چہارم ملاحظہ فرمائیں :

عرض : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ" تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے؟

(اعلیٰ حضرت کا) ارشاد: "یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ" فرمایا گیا نہ کہ "یَقْتُلُوْنَ الرُّسُلَ"۔
یعنی سائل نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا، اور میرے رسول" تو بعض انبیاء (علیہم السلام) کی شہادت سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ غالب نہیں آسکے" تو اعلیٰ حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "انبیاء (علیہم السلام) شہید ہوئے" رسول نہیں"۔ ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے علم شریف میں یہ بات لازماً تھی کہ سورۂ بقرۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"تو کیا جب تمہارے پاس رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں، تکبر کرتے ہو تو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو"۔ اسی طرح سورۃ مائدۃ میں ہے: "جب کبھی ان کے پاس رسول وہ بات لے کر آیا جو اُن کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں"۔

یہ دراصل حافظے کی کمزوری تھی، ورنہ اعلیٰ حضرت کا مقصد ہرگز اِن قرآنی آیات کا انکار نہیں تھا کیوں کہ ایک آیت کا منکر بھی کافر ہے۔ اب کوئی ضروری نہیں کہ ہم آئندہ بھی ان غلطیوں کو دُہراتے رہیں، جدید ایڈیشن الملفوظ کا جب بھی چھپے اسے حذف کر دینا چاہیئے تاکہ اعلیٰ حضرت کے دامن پر آیاتِ قرآنیہ کے انکار کا داغ نظر نہ آئے۔
انوارِ رضا کے مؤلف کاش! کہ ناقدین کے لیے ایک مزید شہادت مہیّا نہ کرتے کہ اعلیٰ حضرت "بہت تیز مزاج تھے" (انوارِ رضا ۳۵۸) یہ عبارت گویا معترضین کو ایک اعلیٰ ہتھیار فراہم کر رہی ہے۔ پھر مقدمہ مقالاتِ رضا میں اس سے بھی زیادہ مضربات لکھی گئی ہے:

"آپ مخالفین کے حق میں سخت تند مزاج واقع ہوئے تھے اور اس سلسلے میں شرعی احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے تھے"۔

(مقدمہ مقالاتِ رضا از کوکب ص۳۰ مطبوعہ لاہور)
ایک عام قاری جانتا ہے کہ روحانی بزرگ، نرم مزاج، حلیم اور عفو و درگزر کرنے والے ہوتے ہیں، لیکن وہ جب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بارے میں معتقدین ہی کی ایسی عبارتیں پڑھتا ہے کہ آپ "سخت تند مزاج تھے" تو سخت مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے، اُسے

یوں بھی نہیں سمجھا یا جا سکتا کہ وہ مخالفینِ حق کے لیے سخت تند مزاج تھے کیوں کہ "شرعی احتیاط ملحوظ نہ رکھنے" کے الفاظ نے اس تاویل کا موقع باقی نہیں رکھا۔ اس سلسلے میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے تو ظلم کی حد کر دی۔ یہ عبارت پڑھ کر تو خون کھول گیا:

"یہی وجہ تھی کہ لوگ ان سے متنفر ہونا شروع ہو گئے۔ بہت سے ان کے مخلص دوست بھی اُن کی اِس عادت کے باعث ان سے دُور ہوتے چلے گئے۔ اُن میں سے مولوی محمد یٰسین بھی ہیں جو مدرسہ اشاعۃ العلوم کے مدیر تھے اور جنھیں احمد رضا اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے، وہ بھی اُن سے علاحدہ ہو گئے۔" "مزید" اس پر مستزاد یہ کہ مدرسہ مصباح التہذیب، جو ان کے والد نے بنوایا تھا، وہ بھی ان کی ترش روئی، سخت مزاجی، بذات لسانی اور مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اُس کے منتظمین ان سے کنارہ کشی کر کے وہابیوں سے جا ملے، اور حالت یہ ہو گئی تھی کہ بریلویت کے مرکز میں امام احمد رضا کی حمایت میں کوئی مدرسہ نہ رہا۔" (حیاتِ اعلیٰ حضرت ۲۱)

ایک اور عبارت بھی انتہائی خطرناک ہے:

"اعلیٰ حضرت نے مولانا عبد الحق خیر آبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہا لیکن وہ انھیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے، اس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں۔"

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ص۳۳، انوارِ رضا ص۳۵)

کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے، یہاں مولوی ظفر الدین بہاری صاحب نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نادان دوست کا رول انجام دیا ہے، کاش! کہ وہ اس طرح کی باتیں پبلک میں لانے سے قبل اِس کا ردِّ عمل سوچتے؟ ہمیں تو امام احمد رضا کو بحیثیت ایک عظیم مجدد اور ولیٔ کامل پیش کرنا ہے، بد مزاجی کے اس مکروہ چہرے میں ولایت کا نور کیسے نظر آسکتا ہے؟ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے مخالفین نے اب تک اس پہلو سے کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔ ورنہ ہمارے علمائے اہل سنت کے لیے عوام کے سامنے جواب دہی مشکل ہو جاتی۔ خدارا فوری طور پر ان تحریروں کو ضائع کر دیجیے۔ جو اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ بد مزاج، ترش رو، سخت مزاج اور بدگو ثابت کرتی ہیں۔

'سبحان السبوح' ، اعلیٰ حضرت کی مشہور و معروف تصنیف ہے ، لیکن اس کی عبارتیں اعلیٰ حضرت کی شان کے مطابق نہیں ہیں ۔ جدید نسل کو اگر ان کا معتقد بنانا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم 'سبحان السبوح' کتاب کو اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرنا بند کر دیں ، کیوں کہ اس کی عبارتیں دہی دہلوی اور سعادت حسن منٹو سے بھی زیادہ فحش ہیں ، نمونہ ملاحظہ فرمائیے :

(توہینِ خداوندی پر مشتمل یہاں ایک ایسی عبارت ہے جسے ہم نقل کرنا بھی کفر سمجھتے ہیں ۔

یہاں بھی ایک ایسی ہی عبارت ہے ۔ اصل کتاب کا محولہ مقام ملاحظہ ہو ۔ (سبحان السبوح ص ۱۴۲) ——— ادارہ)

ممکن ہے اعلیٰ حضرت نے کسی خاص حکمت اور مصلحت کے تحت یہ عبارتیں رقم فرما دی ہوں لیکن اس سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی مقبولیت میں بڑا زبردست روڑا آجاتا ہے ۔ نئی نسل اِن عبارتوں سے بدکتی ہے اور مخالف کیمپ میں چلی جاتی ہے ۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ 'سبحان السبوح' ، نامی کتاب کے بارے میں تمام علمائے کرام متفقہ طور پر یہ اعلان کر دیں کہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نہیں ہے ، اس کتاب کی اشاعت موقوف کر دی جائے ۔ ممکن ہے ہمارے اس مشورے پر آپ کے ذہن میں شبہ پیدا ہو کہ فتاوٰی رضویہ میں بھی اس طرح کی تمام عبارتیں موجود ہیں جنھیں پڑھ کر سر شرم سے جھک جائے تو کیا اس کی اشاعت بھی موقوف کر دی جائے ؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ فتاوٰی رضویہ عام لوگ نہیں پڑھتے ، اس لیے اس میں اِن عبارتوں کی موجودگی باعثِ تشویش نہیں ہے تاہم اگر فتاوٰی رضویہ کا جدید ایڈیشن شائع کرنے کی نوبت آئے تو اس میں سے بھی اللہ رب العزت کی شانِ عالی میں لکھے ہوئے تمام نازیبا کلمات نکال دینا بہتر ہے ۔

کانپور کے چند علمائے کرام سے جب اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو ان کو سبحان السبوح سے پیچھا چھڑانے کی تجویز قابلِ عمل نہیں محسوس ہوئی ۔ چوں کہ انھیں پتہ نہیں تھا کہ "حدائقِ بخشش" حصہ سوم کو کس طرح غائب کر دیا گیا ہے ۔ انھیں جب پوری تفصیل بتلائی گئی کہ حصہ سوم میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ایسے اشعار آگئے ہیں جن کا مفہوم نازیبا نکلتا ہے تو اس کتاب کو خاموشی کے ساتھ نابود کر دیا گیا ۔ اسی طرح سبحان السبوح کتاب کو غائب کر دینا عملاً بالکل ممکن ہے اور ضروری بھی ۔ حدائقِ بخشش حصہ سوم کے صرف تین چار اشعار

ہی پر اعتراض کیا گیا تھا اور ان اشعار کا اچھا مطلب بھی شاید نکالا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے پوری کتاب سے دنیائے سنیت کو محروم رکھنا ضروری نہیں تھا۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ علمائے اہلِ سنت ان اشعار کی بہتر توجیہ و تاویل کرلیں تو زیادہ بہتر ہے کیوں کہ بیس پچیس سال قبل بمبئی شہر میں اِس سلسلے میں ایک شورش برپا ہوئی تھی اور لوگوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر محبوبِ ملت مولانا محبوب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اُس زمانے میں کسی بڑی مسجد میں امامت و خطابت کے منصب پر فائز تھے، انھوں نے اپنی امامت بچانے کی خاطر اُن اشعار کے شائع کرنے کی ذمہ داری کی بناء پر معافی طلب کرلی۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح انھوں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر عائد الزام کی تصدیق و توثیق کر کے ایک بھیانک جرم کا ارتکاب کیا ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی بناء پر ساری دنیائے اسلام بدنامِ زمانہ رشدی ملعون پر برافروختہ ہوئی، وہی جرم اعلیٰ حضرت کے لیے قبول کرلینا مسلکِ اعلیٰ حضرت کے لیے زہرِ قاتل ہے، اس لیے ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت حدائقِ بخشش کے اُن اشعار کی ایسی توجیہ و تاویل پیش کریں جس سے توہین ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا الزام عائد ہی نہ ہو سکے۔ علمائے کرام چوں کہ فی الحال حدائقِ بخشش حصہ سوم سے محروم ہیں اس لیے ہم اعتراض کردہ اشعار کے پورے صفحے کا عکس شائع کر دیتے ہیں[1] بد سے بدتر اشعار کی بھی اچھی تاویل کی جا سکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ چند علمائے اہل سنت مل بیٹھیں اور متحدہ طور پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے سر پر سے توہینِ امّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا الزام ہٹائیں۔

اعلیٰ حضرت کی خیر خواہی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ امّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شانِ اقدس میں ایک کتاب ٹھیک امام احمد رضا کے انداز میں مرتب کی جائے۔ مصنف کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت ہی کا نام لکھا جائے تاکہ حدائقِ بخشش کی وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے اور اعلیٰ حضرت شیعیت کے الزام سے بری ہو جائیں۔

اعلیٰ حضرت کے علمی کارناموں میں ایک خلا رہ گیا ہے جسے پُر کرنا نہایت ضروری ہے۔ ایک تو سیدِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر ایک مبسوط کتاب ٹھیک اعلیٰ حضرت کے ذوق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مرتب کی جائے۔ تاکہ علمائے دیوبند کا یہ اعتراض رفع ہو جائے کہ عظمتِ رسولِ اکرمؐ کے تمام تر دعووں کے باوجود اعلیٰ حضرت سیرتِ پاک پر

---

[1] رسالہ میں تین صفحات کا یہ عکس بھی ہم شائع نہیں کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

ایک مستقل تصنیف لکھنے کے شرف سے محروم رہے ۔ اسی طرح فضائل درود شریف کے موضوع پر غیروں کی بہت سی کتابیں ہمارے سنی عوام ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں کیوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کو اس کا موقع میسر نہ آسکا کہ درود شریف کے موضوع پر ایک مستقل تصنیف مرتب کر سکیں؟ اِس کمی کو علمائے اہل سنت فوری طور پر پورا کریں ۔

نئی نسل کو مسلکِ اعلیٰ حضرت سے قریب لانے کے لیے ہمارے منظوم کلام پر بھی نظر ڈالنی ضروری ہے کیوں کہ بعض اشعار ہمارے یہاں ایسے ہیں جن سے محسوس ہوتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت پر درود بھیجتے ہیں یا اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھتے ہیں، یا معاذ اللہ امام احمد رضا کو ... سمجھتے ہیں ایسے اشعار کو چھاپنا بند کر دینا چاہیے ۔ مثالاً چند اشعار پیشِ خدمت ہیں ۔

(۱) جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے — جام کوثر کا پلا احمد رضا

(اصل ساقیٔ کوثر تو سرورِ انبیاء علیہ السلام ہیں ۔ اعلیٰ حضرت کو یہ منصب دینا عموماً پسند نہیں کیا جاتا)

(۲) کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے — ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

(سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ اقدس کروڑوں درود کی مستحق ہے اس لیے عوام اسے ناپسند کرتے ہیں)

(۳) نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے؟
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

(نکیرین یہ سوال ہرگز نہیں پوچھیں گے ۔ الّا تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور اس شخصیت کے بارے میں تو کیا رائے رکھتا ہے؟ اللہ، اسلام اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم بالترتیب جواب ہیں ۔ اِن تینوں میں سے کسی جگہ بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا نام باشعور لوگوں کو غلط محسوس ہوتا ہے)

(۴) وارثِ مصطفیٰ نائبِ مصطفیٰ عاشقِ مصطفیٰ شاہ احمد رضا
وقتِ مشکل کہو المدد یا رضا وقتِ مشکل اسی وقت ٹل جائیگا

(انتخاب قدیری)

(اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا طرۂ امتیاز ہے، عظمتِ سرورِ انبیاء علیہ السلام لیکن

یہ اشعار عظمتِ اعلیٰ حضرت کے ترجمان ہیں۔

——— سرورِ انبیاء علیہ السلام کی عظمت کی جگہ اعلیٰ حضرت کی عظمت والے اشعار قابلِ تکبیر بن سکتے ہیں۔

(۵) بھکاری آرہے ہیں بھیک لینے رضا کے در سے باڑہ بٹ رہا ہے

(جمیل قدیری قبالہ بخش)

(۶) کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا چھوڑ کر در آپ کا احمد رضا

کہ مصیبت میں کوئی چاہے مدد دفع فرما دیں بلا احمد رضا

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا جو دیا تم نے دیا احمد رضا

دین و دنیا میں میرے بس آپ ہیں میں ہوں کس کا آپ کا احمد رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت)

اس طرح کے بیسیوں اشعار ہیں جنھیں پڑھ کر ایک عام دینی ذہن کا شخص یہ تاثر لیتا ہے کہ معاذ اللہ ہم عقیدت مندانِ اعلیٰ حضرت ان کو سرکار علیہ السلام کے برابر عظمت دیتے ہیں، اس وجہ سے وہ مسلکِ احمد رضا سے متاثر نہیں ہو پاتے۔ لہٰذا ایسے تمام اشعار متروک قرار دے دیئے جائیں تاکہ نئی نسل مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فیض سے محروم نہ رہے، ہمیں امید ہے کہ علمائے اہل سنت ہماری اس تجویز سے متفق ہوں گے۔

اسی طرح الملفوظ میں درج دو واقعات کی جانب توجہ دلاؤں گا صفحہ ۱۴۹-۱۵۰:

"حافظ الحدیث سید احمد سجلماسی کہیں تشریف لے جارہے تھے، راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑ گئی، یہ نظرِ اول تھی، بلاقصد تھی، دوبارہ آپ کی نظر اٹھ گئی، اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ آپ کے پیر و مرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ احمد عالم ہو کر؟ ——— انھیں سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے رات ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی۔ یہ نہیں چاہیے، عرض کیا حضور اس وقت وہ سوتی تھی، فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا، فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا

ہاں ایک پلنگ خالی تھا، فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔"

اسکول اور کالج کے تعلیم یافتہ نوجوان عموماً طریقت اور تصوف کی گہرائی نہیں جانتے اس لیے اُن کے ذہن میں سوالات ابھر آتے ہیں : (۱) سید احمد سجلماسی جیسے عالم، حافظ الحدیث، سید پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ غیر محرم پر دوسری بار نظر ڈال کر مرتکب زنا بالنظر ہوئے ۔ ایسا الزام سراسر سید احمد سجلماسی کی توہین ہے ۔ (۲) حضرت عبد العزیز دباغ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ وہ مرید اور اس کی بیگم کی ہم بستری کا منظر دیکھ رہے تھے ۔ (۳) تمام شیوخ پر بھی یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ اُن کے ہر عمل کے وقت شیخ ساتھ ہوتے ہیں۔ جس سیاق میں یہ بات کہی گئی ہے وہ نوجوانوں کے نزدیک غیر مناسب ہے، لہٰذا الملفوظ میں سے یہ واقعہ نکال دینا بے حد ضروری ہے ۔

اسی طرح دوسرا ایک واقعہ بھی حذف کر دینے کے قابل ہے ۔ الملفوظ صفحہ ۲۷۸؛ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں" میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی' ماں اس کی ضعیفہ تھی' اُس وقت تک اس کا دودھ چھڑایا نہ تھا، ماں ہر چند منع کرتی' وہ زور آور تھی' پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی ۔"

اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا کہ "میں نے 'خود' دیکھا" قاری کو اُن کی ذاتِ اقدس کے بارے میں شبہے میں مبتلا کر دیتا ہے کوئی بھی شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ ۱۸، ۲۰ برس کی جوان لڑکی کو دیکھنے کس لیے تشریف لے جایا کرتے تھے ؟ پھر ضعیفہ ماں کے سینے میں دودھ آنا بالکل غیر فطری امر ہے، پھر واقعہ ایک بار کا نہیں' ورنہ عبارت یوں ہوتی کہ "پچھاڑا اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگی" بلکہ بار بار دیکھا ہے' اسی لیے فرمایا "پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی" ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ عوام کے ذہنوں میں اس قسم کے وساوس اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے لیے پیدا ہوں، لہٰذا الملفوظ سے اس واقعے کو نکال دینے کا ہمارا مشورہ ہے تاکہ کذب بیانی اور زنا بالنظر کے الزامات آپ پر عائد نہ ہوں ۔

الملفوظ صفحہ ۱۶ پر ہے : " میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ" مرزا غلام قادر بیگ کون ؟ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی ۔ لہٰذا اس عبارت کو بھی آئندہ اشاعت میں حذف کر دینا چاہیے، کیوں کہ اس عبارت کی بناء پر مرزا غلام احمد قادیانی کے

اہلِ خاندان سے آپ کا گہرا تعلق ظاہر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ترجمۂ قرآنِ مجید (کنز الایمان) کے شروع میں فہرستِ مضامینِ قرآنی ہے۔ اس کے ذیلی عنوانات میں صفحات کے نیچے قرآنِ کریم کی آیات درج ہیں گویا یہ آیات عنوان سے متعلق ہیں، لیکن اس سلسلے میں اکثر آیات غیر متعلق ہیں۔ مثلاً:

صفحہ نمبر ۲ پر ایک عنوان ہے "محبوبانِ خدا دور سے سنتے، دیکھتے اور مدد کرتے ہیں"۔ اس کے نیچے چند قرآنی آیات ہیں جو گویا یہ ثابت کرتی ہیں کہ محبوبانِ خدا دور سے سنتے، دیکھتے اور مدد کرتے ہیں۔

چوتھے نمبر کی آیت ملاحظہ فرمائیے:

"اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ"

(سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۷)

"بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انھیں نہیں دیکھتے"۔

یہ آیت شریفہ واضح طور پر شیطان کے بارے میں ہے اور عنوان محبوبانِ خدا کا ہے۔ لہٰذا اس آیت کو اس عنوان سے نکال دینا چاہیے ورنہ شیطان کو محبوبانِ خدا کہنا واضح کفر ہے، ممکن ہے فہرستِ مضامین کسی دوسرے بزرگ نے تیار فرمائی ہو، لیکن فہرست کا یہ حال دیکھ کر باشعور پڑھا لکھا طبقہ ترجمۂ قرآن مجید پر اعتبار نہ کر سکے گا، لہٰذا اس کی اصلاح ضروری ہے۔

اسی فہرستِ مضامین کا صفحہ ۶ ملاحظہ فرمائیے۔ عنوان ہے "مُردے سنتے ہیں" اس کے نیچے انبیاء علیہ السلام کے متعلق آیات درج ہیں، مثلاً صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، انبیائے کرام کے لیے "مُردے" کا لفظ استعمال کرنا بلا شبہ توہین ہے، اور توہین انبیاء کفر ہے۔ ترجمۂ قرآن کی فہرست کا یہ حال دیکھ کر کوئی باشعور قاری کس طرح آگے پڑھنے کی ہمت کر سکتا ہے؟ لہٰذا اس عنوان کو بھی مناسب الفاظ سے بدلنا لازمی ہے، آئندہ ایڈیشنوں میں ایسی غلطیاں دوبارہ شامل نہ ہوں اس کی کڑی نگرانی ہونی چاہیے، تاکہ تعلیم یافتہ طبقہ مسلکِ اعلیٰ حضرت سے مانوس ہو سکے۔

کچھ وصایا شریف کے بارے میں

جن بزرگوں نے وصایا شریف مرتب کی ہے، انھوں نے اس امر کی طرف توجہ

نہیں کی کہ عوام اِن وصایا کے بارے میں کیا تاثر قائم کریں گے، انھیں اگر ذرا بھی احساس ہوتا کہ اِس سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی طنز وطعن اور اعتراض کا ہدف بنے گی تو وہ ضرور نظرِ ثانی کرتے۔ ہمیں وہابیوں کے اعتراضات کی پرواہ نہیں ہے لیکن عوام الناس کے احساسات پر ہماری نظر ہے، عام لوگ یوں سوچتے ہیں کہ غربا کی امداد کے لیے عمومی تاکید کر دی جاتی کافی تھا لیکن وفات سے صرف دو گھنٹہ قبل انواع و اقسام کے کھانوں کی فرمائش برائے فاتحہ ہی سہی، جدید تعلیم یافتہ ذہنوں کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عقیدت کے جذبے سے محروم رکھتی ہے۔ وہ یہ سوچتے ہیں کہ وصیت کا یہ انداز تمام انبیائے کرام، صحابۂ کرام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین سے بالکل مختلف ہے۔ اِن اعتراضات کا جواب مولانا یٰسین اختر مصباحی نے دیا ہے لیکن عموماً لوگ اُن کی تحریر سے ناواقف ہیں، ہمارے اپنے علمائے اہلِ سنت میں ایسے حضرات بھی ہیں جنھیں پتہ نہیں کہ وصیت کے الفاظ کیا تھے، اُن کے علم میں اضافے کے لیے ہم پیش کیے دیتے ہیں:

> "اعزا سے، اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو تو فاتحے میں ہفتے میں دو تین بار ان اشیا سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ (۱) دودھ کا برف خانہ ساز (۲) مرغ کی بریانی (۳) مرغ پلاؤ۔ (۴) خواہ بکری کا شامی کباب (۵) پراٹھے اور بالائی (۶) فیرینی (۷) اُرد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم (۸) گوشت بھری کچوریاں (۹) سیب کا پانی (۱۰) انار کا پانی (۱۱) سوڈے کی بوتل (۱۲) دودھ کا برف خانہ ساز۔

اگر انواع و اقسام کے ان کھانوں کی فہرست شائع نہ کی جائے تو بہتر ہے، باشعور لوگ اسے دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ تاہم مصباحی صاحب کے مفصل جواب کے باوجود سوڈے کی بوتل کو سوڈے کی بوتلیں کر دینا ازحد ضروری ہے۔

وصیت پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے وصیت فرمائی کہ رضا حسین حسنین اور تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے، اس پر مخالفین کا اعتراض یہ ہے کہ "اتباعِ شریعت حتی الامکان اور میرا دین و

مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

باوجودیکہ مصباحی صاحب نے بھرپور انداز میں ان جملوں کا دفاع کیا ہے، محض جدید نسل کو مسلکِ اعلیٰ حضرت سے قریب لانے کی خاطر ان الفاظ کو درست کر لیا جائے تو بہتر ہے۔

وصیت کے شروع ہی میں حضور پُر نور نے فرما دیا تھا کہ: شروع نزع کے وقت کارڈ، لفافے، روپیہ پیسہ، کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے جُنب یا حائض نہ آئے، کتا مکان میں نہ آئے۔

اس میں سے جنب یا حائض اور کتے والا حصہ نکال دینا بہتر ہے، کیوں کہ اعلیٰ حضرت کے مکان میں نہ جنبی بغیر غسل کے دوپہر تک گھومتے ہوں گے اور نہ ہی کتوں کی اس کثرت سے آمد ہو گی۔

اس عبارت کی اصلاح کر دینی چاہیے تاکہ جدید تعلیم یافتہ ذہن مسلکِ اعلیٰ حضرت سے قریب ہو۔

نیز ۱۳ نمبر کی وصیت جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ورثائے عالی مقام آپس میں جھگڑتے رہتے تھے، ان سے حضرت نے فرمایا کہ "محبت سے رہو جو اس کے خلاف کرے گا اُس سے میری روح ناراض ہوگی"۔ اِس حصے کو بھی حذف کر دینا بہتر ہے۔ یہ ظاہر کرنا کہ اعلیٰ حضرت کے ورثا جھگڑالو تھے خود ان کی توہین ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا کہ جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض ہوگی، اِسے بھی عوام اعلیٰ حضرت کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کیوں کہ تمام اولیائے کرام اور خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "اتقوا اللہ" ہی کی وصیت کی ہے، اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اس پورے حصے کو حذف کر دینا ضروری ہے۔

ایک بہت ہی اہم امر ہے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہابی حکمرانوں کے مقرر کردہ وہابی اماموں کی امامت کا مسئلہ۔ اس سلسلے میں حضور مفتی اعظم احمد رضا خاں صاحب نے پچاس جید علمائے کرام جن میں مولانا حشمت علی قادری، حضور حامد رضا شہزادہ امام احمد رضا، مفسرِ قرآن مولانا نعیم الدین مرادآبادی وغیرہ شامل تھے، ایک فتویٰ مرتب فرمایا تھا جس کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے:

"نجس ابنِ سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر، مشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیرِ مادر سمجھتی ہے، ان کے اس عقیدے کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط اور عدم لازم ہے" (تنویر الحجۃ لمن یجوز التوا الحجۃ ص ۱۰)

"اے مسلمانو! اِن دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں کہ تاخیر روا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ما علیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آجائیں، نجدی سخت نقصانِ عظیم اٹھائیں، ان کے پاؤں اکھڑ جائیں، آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے، یہی ایک تدبیر ہے جو انشاء اللہ کارگر ہوگی۔ (اُسی کتاب کا صفحہ ۲۴) پھر دردمندانہ اپیل بھی ہے:

"اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جب تم پر حج فرض نہ تھا تو تم نے وہاں جا کر ہمارے اور ہمارے محبوبوں کے دشمنوں کو کیوں مدد پہنچائی جب تمہیں التواء و تاخیر کی اجازت تھی اور یہ حکم ہمارے ناچیز بندے اور تمہارے خادم مصطفیٰ رضا نے تم تک پہنچا دیا تھا، پھر بھی تم نہ مانے اور تم نے ہمارے اور ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنے مال لٹوا کر ہمارے مقدس شہروں پر ان کا نجس قبضہ بڑھا دیا" (تنویر الحجۃ لمن یجوز التوا ۲۵)

افسوس ہے کہ ملت نے اس فتوے کو اہمیت نہیں دی اور ہمارے تمام اہلِ سنت علماء نے اس کی خلاف ورزی کی ہے، ہر سال ہزاروں مسلمان کروڑوں روپے خرچ کر آتے ہیں اور اس فتوے کی رو سے گناہ مول لیتے ہیں، ہمارا فرض تھا کہ ہم حج کے ملتوی ہونے کا یہ فتوٰی خود عملاً قبول کرتے اور عوام کو آمادہ کرتے کہ وہ حج ملتوی کریں۔ اب تو عمرے اور حج دونوں کی ریل پیل ہے۔

ہمارے علمائے کرام شاید عوام کی ناراضگی کے ڈر سے اس فتوے پر نہ خود عمل پیرا ہیں اور نہ ہی عوام کو اس سے روشناس کراتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ حکمت اور مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے، لیکن مصلحت ایک اور تقاضا بھی کرتی ہے۔ وہ یہ کہ:

حرمین شریفین میں باجماعت نماز ادا کرنے پر روکنا بند کر دیا جائے۔ کیوں کہ ایک

فی صد آدمی بھی ہمارے روکے سے رکتے نہیں بلکہ اکثر بدک جاتے ہیں اور ان کے دل میں مسلکِ امام احمد رضا سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح وہ مخالفین کے کیمپ کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اس لیے ہمارے تمام اہلِ سنت کو سوچ سمجھ کر ایسا فیصلہ کرنا چاہیے کہ عوام الناس ہم سے دُور نہ بھاگیں۔

اسی طرح ہمارے کفر کے فتوے کے بارے میں ہمیں سوچنا چاہیے۔

ڈاکٹر اقبال کو ہم کافر کہتے ہیں لیکن اکثر مسلمان ان کو علامہ کہتے ہیں۔

مسٹر جناح کو ہمارے بزرگوں نے کافر قرار دیا، لیکن محمد علی جناح صاحب کا مقبرہ آج بیشتر مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔

الطاف حسین حالیؔ پر کفر کا فتوٰی ہے لیکن جدید تعلیم یافتہ حضرات ان کے مدّاح ہیں۔

سر سید احمد خاں پر بھی کفر کا فتوٰی ہے۔

ابوالکلام آزاد پر بھی کفر کا فتوٰی ہے

میمن کانفرنس پر کفر کا فتوٰی ہے حالاں کہ آج ہمارے مسلک کے لیے بچارے میمن حضرات ہی دل وجان سے اپنی کثیر رقم خرچ کر رہے ہیں۔

قریش کانفرنس، انصاریوں کی کانفرنس پر بھی کفر کا فتوٰی ہے۔

غرض اب ان تمام کفر کے فتووں کو بند کر دینا چاہیے اور تجانب اہل السنۃ جس میں یہ تمام فتاوٰی ہیں منسوخ قرار دے دینی چاہیے تاکہ معتدل ذہن کے لوگ مسلکِ امام احمد رضا کی طرف خوش دلی و خندہ جبینی کے ساتھ لپکیں۔

آج کل رضوی لٹریچر کی مانگ بڑھ رہی ہے، اس لیے اگر ہم نے اپنی تمام کتابوں سے ایسی تمام خامیوں کو دُور کر دیا جن کی وجہ سے عوام ہمارے قریب نہیں آپاتے تو وہابیوں، دیوبندیوں اور تبلیغیوں کے چنگل سے عوام آزاد ہو جائیں گے اور امام احمد رضا کے جھنڈے تلے متحدہ طور پر آجائیں گے، یہی ملتِ مسلمہ کے اتحاد کی واحد راہ ہے۔

امید ہے کہ علمائے کرام اس سعی کو خندہ جبینی کے ساتھ قبول فرمائیں گے۔

اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضٰی وانت الشھید ولک الحمد۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی شفیع المذنبین وآلہ الطیبین، وصحبہ

المکرمین، وابنہ وحزبہ ابد الابدین - آمین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین !

اِس کتاب کو تمام سُنّی علماءِ کرام تک پہنچانا نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا ان سطور کے ذریعے ہم عام اجازت دیتے ہیں کہ اس کتاب کی نقلیں چھپواکر ہند و پاک کے تمام اہلِ سنّت علماء کی خدمت میں پہنچائی جائیں۔

ناچیز سگِ بارگاہِ رضویت سیّد ظہیرُ الدّین خان

قادری، برکاتی، نوری، رضوی،

مَطبَع قادریہ پٹکاپور، کانپور۔ بن کوڈ ۲۰۸۰۰۱

علامہ ظہیر شہیدؒ کے والدِ محترم کا انتقالِ پُرملال

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی جناب حاجی ظہور الٰہی سیالکوٹی مؤرخہ ۴ جون ۱۹۹۵ء بمطابق ۵ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ سعودی عرب میں وفات پا گئے ہیں، آپ امسال حج پر تشریف لے گئے تھے۔ مرحوم بڑے مخیر بزرگ تھے، مسلکی دینی مدرسوں اور مساجد اہلحدیث کی دل کھول کر امداد و اعانت فرمایا کرتے تھے۔ جماعت کے تمام اداروں اور افراد سے ان کا گہرا رابطہ تھا اور مسلک کی محبت، غیرت اور تڑپ تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ـــــ مسجد میں ہوں یا گھر میں، دوکان پر اور سفر و حضر میں، ہر جگہ تبلیغِ مسلکِ حقہ کا فریضہ بڑی تندہی سے انجام دیا کرتے تھے۔ مرحوم جماعت اہلحدیث کی مثالی شخصیت تھے، آپ کو جنت البقیع میں، جہاں آپ کے قابلِ فخر فرزندِ اکبر مدفون ہیں، سپردِ خاک کیا گیا۔ ادارہ "حرمین" آپ کے پس ماندگان سے تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشوں سے درگزر فرماتے ہوئے انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہٗ وعافہٖ واعف عنہُ۔ آمین !